بدل گئے موسم تیری جدائی میں

روبینہ ساگر روبی

ہیراپورہ، نزد مسجد ادارالسلام (اے۔سی۔فروٹ کمپنی، اچلپور سٹی، ضلع امراوتی (مہاراشٹر) 444806

کوئی موسم ہو دل میں ہے تمہاری یاد کا موسم
کہ بدلا ہی نہیں جاناں، تمہارے بعد کا موسم
نہ کوئی غم خزاں کا ہے، نہ خواہش ہے بہاروں کی
ہمارے ساتھ ہے امجدؔ کسی کی یاد کا موسم

موسم اچانک بدلا تھا، سیاہ بدلی آسمان پر چھائی ہوئی تھی، مدہوش کر دینے والی ہوائیں بہت تیزی سے چل رہی تھیں، درختوں پر لگے پھول، پتے ہوا کے دوش پر چکراتے ہوئے پھر رہے تھے، طرح طرح کے پھولوں کی ملی جلی خوشبو سے فضا معطر تھی۔ رنگ برنگی شوخ تتلیاں ڈال ڈال پر منڈلا رہی تھیں۔

نیم کے درخت سے بندھے رسّی کے جھولے پر بیٹھی وہ زور زور سے پینگیں لے رہی تھی۔ اس کے کھلے سیاہ بال ہوا کے دوش پر اُڑ رہے تھے۔ ''ثنا، ردا! اور زور سے جھلا دو یار بہت مزہ آ رہا ہے۔'' اس نے آنکھیں موندے ہنستے ہوئے اپنی لٹل فرینڈس سے کہا۔

''پارس آپی آپ کو جھولے میں بیٹھے ہوئے پندرہ منٹ سے زیادہ ہو گئے ہیں، آپ نیچے اُتر آیئے اب میری باری ہے۔'' سمن نے منہ پھلا کر کہا۔

''لٹل فرینڈس صرف پانچ منٹ اور پھر تمہاری باری۔'' مزے سے کہتے ہوئے اس نے ایک اور اُڑان بھری تھی۔ ''پارس آپی آپ چیٹنگ کر رہی ہیں ہمارے ساتھ ہمیں پتہ ہے ہماری باری آنے تک کونین بھائی کے آنے کا وقت ہو جائے گا، اگر آپ ایسا ہی کریں گی تو ہم آپ کے ساتھ کھیلنا بند کر دیں گے۔'' اُجالا اور فلک چیخی تھیں۔

''تم لوگ ہی کونین بھائی کے ڈر سے کھیل ادھورا چھوڑ کر چلی جاتی ہو تو اس میں میرا کیا قصور۔'' وہ معصومیت سے بولی۔

تبھی باہر کونین کاشان ملک کی گاڑی کے رکنے کی آواز آئی تھی۔ گاڑی کی آواز سن کر وہ پانچوں بھی جھاڑیوں کے پیچھے چھپ گئی تھیں۔ تاکہ کونین کی ڈانٹ کھانے سے بچ جائیں۔

''سمن، اُجالا، فلک، ردا، ثنا، باہر نکلو ہمیں دشمنوں کا مقابلہ ڈٹ کر کرنا چاہیے تاکہ انھیں پتہ تو چلے کہ ہم کتنے بہادر رہیں۔'' وہ جھولے سے نیچے اُترتے ہوئے بولی تو وہ جو پانچوں بھی جھاڑیوں کے پیچھے چھپی بیٹھی تھیں اس کے آواز دینے پر باہر نکل آئی تھیں۔

''چلو پارٹنر پہلے تو بیٹھو جھولے پر'' وہ ردا سے کہتے ہوئے اِسے جھولا دینے کے لیے آگے بڑھی۔

''ایک، دو، تین، یا ہو اور پھر جھولے پر بیٹھی ردا ہوا سے باتیں کر رہی تھی۔

وہ سب کی سب کورس میں چلّا رہی تھیں جب وہ اندر داخل ہوا تھا اور پھر جونہی اس کی نگاہ سامنے کے منظر پر پڑی تو وہ بے اختیار ٹھٹھک کر رُکا تھا اور پھر دو قدم آگے بڑھ کر پارس کے قریب کھڑا چلّا رہا تھا۔

''کتنی بار کہا ہے تمھیں اتنا ہنگامہ مت مچایا کرو، بند کرو اپنا یہ بچپنا، اگر تمھیں اتنا ہی شوق ہے کھیلنے کودنے کا تو کسی سرکس میں چلی جاؤ۔'' وہ اس کے سر پر کھڑا غصّے سے کھول رہا تھا۔

''یہ گھر ہے، کوئی چڑیا گھر نہیں۔'' اس کی آنکھوں میں وحشت اُتر آئی تھی، کونین کے اس طرح چلانے پر اس کی پانچوں لٹل فرینڈس سہم کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

''کیوں میں آپ کی وجہ سے اپنے شوق پورے کرنا بند کر دوں، کون ہوتے ہیں آپ مجھ پر پابندیاں لگانے والے۔'' وہ تنک کر بولی۔

''ایک آپ کی وجہ سے میں اپنی لائف کو انجوائے کرنا چھوڑ دوں، مسٹر کونین کاشان ملک سب کو اپنی اپنی لائف جینے کا حق ہے اور مجھے اپنے شوق پورے کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔'' وہ غصّے میں جو منہ میں آیا کہتی چلی گئی اور وہ تن پھن کرتا ہوا لاؤنج کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جانتا تھا کہ پارس کیف ملک سے بحث میں کوئی نہیں جیت سکتا۔

ملک ولا نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ ایستادہ تھا۔ اس خوبصورت سفید عمارت کے چاروں طرف اونچے اونچے درخت لگے ہوئے تھے۔ جن پر پرندوں کا بسیرا تھا۔

کاشان ملک اور کیف ملک دونوں بھائی تھے۔ کونین کاشان ملک کا اکلوتا بیٹا تھا۔ تو پارس بھی کیف ملک کی اکلوتی لاڈلی بیٹی تھی۔ ان کی آنکھوں کا تارا جن

میں ان کی زندگی بستی تھی۔ پارس نہایت بولڈ، نٹ کھٹ، شرارتی وچلبلی فطرت کی لڑکی تھی، شوخی تو اس کی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی۔ آئے دن گھر میں ہنگامہ مچائے رکھنا اس کی عادت تھی۔ محلے کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے ساتھ اس کی دوستی تھی۔ پارس اور اس کی لٹل فرینڈس گھر میں اتنا ہنگامہ مچائے رکھتیں کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی اور اس کی اس عادت سے کونین بہت چڑتا تھا۔

وہ پارس کے بالکل متضاد تھا، سنجیدہ شخصیت کا مالک وہ بہت کم کم مسکراتا تھا۔ وہ دونوں دریا کے دو کناروں کی طرح تھے جو ساتھ ساتھ تو چلتے ہیں، لیکن کبھی ایک نہیں ہو سکتے، کونین کا کہنا تھا کہ زندگی خدا کی دی ہوئی امانت ہے جو عنقریب ہم سے لے لی جائے گی اس لیے ہمیں خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے اسے نیک کاموں میں گزار دینی چاہیے اور ویسے بھی زندگی وہی ہوتی ہے جو دوسروں کے کام آئے۔

اور پارس کا کہنا تھا کہ زندگی چند دنوں کی مہمان ہے خدا کا بہترین تحفہ ہے اسے روتے بسورتے ہوئے نہیں بلکہ ہنستے مسکراتے ہوئے گزار دینی چاہیے۔

خوابوں میں خواب اس کے یادوں میں یاد اس کی
نیندوں میں گھل گیا ہو جیسے کہ رتجگا سا
پھر یوں ہوا کہ ساون آنکھوں میں آ بسے تھے
پھر یوں ہوا کہ جیسے دل بھی تھا آبلہ سا

وہ لاؤنج میں بیٹھا آفس کی کوئی فائل دیکھ رہا تھا۔ روم سے آتی تیز میوزک کی آواز میں اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ اُٹھا تھا اور چلتا ہوا پارس کے روم میں آ کر ٹیپ آف کر دیا تھا۔ پارس اور اس کی لٹل فرینڈس حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ ٹیپ ریکارڈر پر ہاتھ رکھے وہ پارس کو شعلہ بار نظروں سے گھور رہا تھا۔

''ٹیپ آف کیوں کیا آپ نے آن کیجیے۔'' وہ ادائے بے نیازی سے بولی تو وہ اسے کچھ بھی کہے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔ پھر یوں ہی لڑتے جھگڑتے کتنے ہی دن گزر گئے تھے۔

شام کا دھندلکا ہر طرف پھیل رہا تھا۔ اُفق کے اس پار سنہری کرنیں بکھیرتا سورج ڈوبنے کو بے تاب تھا۔ صبح کاذب سے رزق کی تلاش میں نکلے ہوئے پرندے شور مچاتے ہوئے اپنے آشیانوں کی طرف لوٹ رہے تھے۔ قطار در قطار لگے ناریل کے درختوں پر بیٹھے طوطے خوب شور مچا رہے تھے۔

وہ آج آفس میں کام کم ہونے کی وجہ سے دوپہر کو ہی گھر لوٹ آیا تھا۔ تھکن کی وجہ سے اس کی جلد ہی آنکھ لگ گئی تھی اور وہ اب تک گہری نیند میں سویا ہوا تھا۔

لان میں پارس کیف ملک کا کرکٹ میچ چل رہا تھا۔ ایک شور تھا جو تھم ہی نہیں رہا تھا۔ زوردار چھکّے چوکے ہو رہے تھے۔ پارس کے ہاتھ میں بیٹ تھی اور سمن بالنگ کر رہی تھی۔

''پارس آپی اور زور سے ماریے بہت مزہ آ رہا ہے۔ یاہو'' اُجالا نے تالی بجائی تھی۔

''اچھا تو ایسی بات ہے تو ابھی دکھاتی ہوں کہ پارس ملک بھی کسی سے کم نہیں۔'' کہتے ہوئے اس نے زوردار چھکّا مارا تھا۔ بال سیدھی کونین کے روم کی کھڑکی کو جا لگی تھی۔ چھن کی آواز سے ونڈ کا شیشہ ٹوٹا تھا۔ گہری نیند میں سوئے ہوئے کونین کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے سر کو دباتا ہوا باہر نکل آیا۔ جہاں وہ شہزادی اپنی رعایا کے سنگ کھیلنے میں بری طرح مگن تھی۔ چونکی تو تب جب کونین نے اس کے ہاتھ سے بیٹ لے کر نیچے پٹخی تھی۔

''بند کرواپنی یہ بچوں جیسی حرکتیں کرنا ایڈیٹ لڑکی۔'' وہ دہاڑا تھا۔ اس کی سرخ آنکھوں میں نیند کا خمار تھا۔

''بہت ہوگیا تمہارا تماشہ اب ختم ہو جانا چاہیے۔ تمہاری وجہ سے اس گھر کا سکون برباد ہو گیا ہے۔ اور تو اور محلّے والوں کی ناک میں بھی دم کر رکھا ہے تم نے۔ ابھی کل ہی مجھ سے شیخ صاحب شکایت کر رہے تھے کہ تم نے ان کی بائیک کا ٹائر پنکچر کر دیا ہے۔ ارے تمھیں تو شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔ بزرگوں کو ستاتے ہوئے تمھیں ترس نہیں آتا۔ کب تک خود کو بچّہ سمجھتی رہو گی۔''

آج وہ اس کو سنانے کے موڈ میں تھا اور وہ یوں کھڑی تھی جیسے وہ دیواروں کو سنا رہا ہو۔ اس کی نظریں جاتی ہوئی اُجالا، ردا، سمن، فلک اور ثنا پر تھیں۔ پارس نے ایک نظر اپنے سامنے کھڑے کونین پر ڈالی تھی اور پھر زور سے چلائی تھی:

''ہیلو پارٹنر مجھے بیچ راہوں میں تنہا چھوڑ کر جا رہی ہو وہ بھی ایک ظالم جادوگر کے پاس۔'' وہ اب بھی اپنی حرکت سے باز نہیں آئی تھی۔ تب تک وہ سب کی سب گیٹ پار کر گئی تھیں۔ کونین اسے غصّے سے گھور رہا تھا۔ وہ ایک دم اس کی طرف بڑھا تھا اور اس کی کلائی دبوچ لی تھی۔

''چہکتی بلبل یہ میں تم سے اتنی دیر سے بکواس کر رہا تو پاگل ہوں میری بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔''

''ہاتھ چھوڑیے میرا۔'' وہ اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے بولی۔

''ہاتھ چھوڑوں نہیں ہاتھ توڑ دوں تو کیسا رہے گا۔'' وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

''نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری پھر تو تم کرکٹ بھی نہیں کھیل پاؤ گی۔'' کہتے ہوئے اس نے جھٹکے سے اس کی کلائی چھوڑی تھی۔

''تم کبھی بھی نہیں سدھرو گی۔'' وہ غصّے سے کہتا ہوا آگے بڑھا تھا۔

''اور مجھے کبھی بھی سدھرنا بھی نہیں ہے مسٹر کونین کاشان ملک سنا آپ نے۔'' وہ چلتے چلتے رُک گیا تھا اور پلٹ کر ایک تیز نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

''ایک بات پوچھوں تم سے چہکتی بلبل۔'' اس نے لفظ بلبل کو چبا کر کہا تھا۔

''تم کبھی روئی بھی ہو یا صرف تم نے ہنسنا مسکرانا اور دوسروں کو ستانا ہی سیکھا ہے۔'' وہ تمسخر سی ہنسی ہنسا تھا۔

''کیوں آپ کو بہت شوق ہے مجھے روتا ہوا دیکھنے کا۔'' وہ بھی پارس تھی جس نے اُدھار رکھنا سیکھا ہی نہیں تھا۔

''ہاں میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ جو دوسروں کو رُلاتے ہیں ان کی آنکھوں میں آنسو کیسے دکھتے ہیں۔''

''تو پھر یہ آپ کی حسرت ہی رہے گی۔'' پارس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔

''میری لائف میں ایسا منحوس دن انشاء اللہ کبھی بھی نہیں آئے گا۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے زندگی میں کبھی رویا بھی ہے۔'' کہتے ہوئے وہ کھلکھلا کر ہنس دی تو کونین اسے گھور کر رہ گیا۔

''لیکن مجھے پورا یقین ہے تمہاری لائف میں ایک دن ایسا ضرور آئے گا جس دن تم بہت روؤ گی اور تمہارے آنسو پونچھنے والا میرے سوا کوئی نہ ہوگا۔''

''بددُعا دے رہے ہو مجھے، بہت بری ہوں میں زہر لگتی ہوں نہ آپ کو۔'' اس کی پلکوں پر جگنو چمکے تھے۔ آج پہلی بار وہ سنجیدہ ہوئی تھی۔ اس کا مسکراتا چہرہ اُداس ہو گیا تھا۔ وہ روتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی اور وہاں کھڑا کونین کا شان ملک اس کے قدموں کے نشان کو دیکھتا رہ گیا تھا:

لہروں میں ڈوبتے رہے دریا نہیں ملا
اس سے بچھڑ کے پھر کوئی ویسا نہیں ملا
کچھ لوگ تھوڑی دیر تو اچھے لگے مگر
ہم جس کے ہو سکیں کوئی ایسا نہیں ملا

سیاہ فلک پر چودھویں رات کا چاند ہیرے کی طرح دمک رہا تھا۔ لان میں بہتے حوض کے پانی میں چاند کا نظر آتا عکس بے حد حسین لگ رہا تھا۔ وہ گہری نیند سے جاگ گئی تھی۔ سویا ہوا ذہن بیدار ہوا تو اسے کونین کی کہی ہوئی باتیں یاد آ گئیں۔ نہ جانے کیوں بار بار کونین کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آرہا تھا۔ وہ خود بھی حیران تھی۔ آنکھیں ملتی ہوئی وہ آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور اپنا محاسبہ کرنے لگی تو غلطی سراسر اپنی ہی نظر آئی۔ آج خود کو ضمیر کی عدالت میں کھڑے کیا تو قصور اپنا ہی نظر آیا۔ قد آدم آئینے میں کونین کی شبیہ اُتر آئی تھی۔ پارس کے چہرے پر ہنسی کی کرن پھوٹی تھی۔ دل کا موسم ایک دم بدلا تھا، وہ شرما کے رہ گئی۔ اپنی اس بدلتی کیفیت کو وہ کوئی نام نہیں دے پا رہی تھی۔

''پارس کیف ملک اپنے کو صرف کونین کا شان ملک کی خاطر بدل لے گی۔'' اس نے آئینے میں نظر آتے اپنے اور کونین کے عکس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''کونین آپ کو سنجیدہ لڑکیاں پسند ہیں نہ تو پارس بھی خود کو صرف آپ کی خاطر بدل دے گی، صرف آپ کی خاطر۔'' وہ خود سے ہی بڑبڑا دی۔

''میری شوخی میری شرارت آپ کو پسند نہیں تو ٹھیک ہے میں آج کے بعد اب کبھی بھی شرارت نہیں کروں گی۔ مجھے اپنی محبت پانے کے لیے یہ سودا بھی منظور ہے۔'' اس کے لبوں پر گلاب کھل رہے تھے۔ پھر وہ پُرسکون ہو کر سوگئی تھی۔

پھر یوں ہوا کہ پارس کیف ملک کو اپنی محبت کا اظہار کرنے کا موقع بھی نہیں ملا کیوں کہ چند دنوں پہلے ہی کونین کی انگیج منٹ ہوگئی تھی۔ اس نے کسی سنجیدہ ٹائپ لڑکی سے منگنی کی تھی اور گھر میں اس کی منگنی سے سب خوش تھے۔ اگر کہیں خاموشی چھائی ہوئی تھی تو وہ تھا چہکتی بلبل پارس کیف ملک کا دل جس پر غم واُداسی کی چادر بچھی ہوئی تھی۔ وہ بظاہر تو پُرسکون تھی، ہر کام میں پیش پیش وہ دوڑ دوڑ کر سب کے کام کرتی۔ اس کے دل کے زخموں کا اندازہ کوئی اس کے چہرے سے نہیں لگا سکتا تھا۔ اس کی دل کی سلطنت پر صرف کونین کا شان ملک کا پہرہ تھا۔ ہر طرف بس وہی وہ چھایا ہوا تھا۔ پارس کی مٹھیوں میں آس کے جگنو تھے کہ شاید خدا کوئی معجزہ کر دے، کونین کا دل میری طرف پھیر دے، لیکن انسان بہت انجان ہوتا ہے کہ ایسے پتہ بھی نہیں ہوتا کہ کاتب تقدیر اس کے لیے کیا رقم کر رہا ہے۔

''یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔'' اس نے اپنے آپ کی سرزنش کی۔

''کونین مجھے لاکھ عزیز سہی پر اب وہ پرایا ہے کسی اور کی امانت۔'' وہ اپنی سوچوں کو جھٹکتی ہوئی آگے بڑھی تھی۔

''پارس سنو دو کپ چائے بنا کر ڈرائنگ روم میں بھیجو میرے دوست آئے ہوئے ہیں۔'' کونین نہ جانے وہاں کب آیا تھا اور اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

پارس نے جھکی نظریں اُٹھائی تھیں۔ اس کے دل سے ایک سرد آہ نکلی تھی۔

کونین اس کا اُداس چہرہ اور ملول نظریں دیکھ کر ٹھٹھک گیا تھا۔

''کیا ہوا چہکتی بلبل غم کی تصویر بنی کیوں کھڑی ہو، تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے، اتنی خاموش کیوں ہو۔'' وہ ایک ساتھ کئی سوال کر رہا تھا۔

''کچھ نہیں ہوا کونین بھائی مجھے، بس ذرا سر میں درد ہو رہا تھا۔'' اس نے اپنے لبوں پر زبردستی کی مسکراہٹ لائی تھی۔

''شکر کرو کہ آج میں خاموش ہوں ورنہ آپ کے دوست کہتے کہ ہمارا گھر چڑیا گھر ہے۔'' اس کی بات پر وہ مسکرایا تو وہ کھلکھلا کر کھوکھلی ہنسی ہنس دی۔ اس کی ہنسی اس کے لبوں کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

کونین کا شان ملک چونک گیا تھا۔ اس نے پارس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی تو وہ نظریں جھکائے وہاں سے چل دی اور کونین اسے دور

تک جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا۔ آج پہلی بار اسے اس کی ہنسی بری نہیں لگی تھی نہ جانے کیوں؟ بس وہ ایک لمحہ تھا جس نے کونین کا شان ملک کو اپنا اسیر کرلیا تھا۔ اسے اپنا وجود خالی خالی محسوس ہوا تھا وہ پارس کے قدموں میں اپنا دل ہار بیٹھا تھا اور اس بات کا احساس اسے آج ہوا تھا۔ جب کوئی اور لڑکی اس کی زندگی میں آ گئی تھی اور اب دو ماہ بعد اس کی شادی تھی اور اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ اب بہت دیر ہوگئی تھی اور جب دیر ہوجائے تو پھر بہت دیر ہوجایا کرتی ہے۔

موسم خاصا دلکش ہو رہا تھا، ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے فضا معطر تھی، ساحل سمندر پر لوگوں کا اچھا خاصا ہجوم تھا، لہریں ایک دوسرے سے مل کر بچھڑ رہی تھیں۔ کونین کا شان ملک ساحل کنارے بیٹھا تھا اور اس کی نظریں دم توڑتی لہروں پر تھیں۔ کونین نے ریت پر اپنی انگلیوں سے پارس کا نام لکھا تھا۔ جسے منہ زور لہر نے آ کر مٹا دیا تھا۔ وہ اُٹھا تھا اور اُداس سا چلتا ہوا کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا چلا جارہا تھا، کئی راتوں کی جاگی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ ''اے کاش مجھے پارس کیف ملک سے محبت نہ ہوئی ہوتی تو آج میں بھی خوشحال زندگی جی رہا ہوتا۔'' لیکن تقدیر نے اس کے ساتھ بے وفائی کی تھی، اس کے دل کے البم میں لگی پارس کی مسکراتی تصویر رو رہی تھی۔ وہ اسے پانے کے لیے مر رہا تھا، لیکن جانتا تھا کہ وہ اس سے شادی کرنے پر کبھی بھی راضی نہیں ہوگی۔ اسے یہ منگنی کبھی توڑنے نہیں دے گی۔ اس کی راتوں کی نیند، چین، سکون سب برباد ہوگیا تھا، خزاؤں نے اس کے دل میں ڈیرہ ڈال دیا تھا:

عجب حالات تھے یوں دل کا سودا ہوگیا
آخر محبت کی حویلی جس طرح نیلام ہوجائے
اُجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے

''پارس آپی آپ صبح تک ہم سے بچھڑ کر چلی بھی جاؤ گی۔'' سمن، اُجالا، فلک، رِدا اور ثنا اس کے اِردگرد بیٹھی سسکیوں سے رو رہی تھیں اور پارس ان کو چپ کراتے کراتے خود بھی بے تحاشا رو رہی تھی، کل صبح تک اسے یہاں سے چلے جانا تھا۔ کیونکہ کیف ملک کی پوسٹنگ دوسرے شہر میں ہوگئی تھی۔ وہ فوج میں تھے۔

آج وہ اور اس کی لٹل فرینڈس موج مستی کرنے کے بجائے رو رہی تھیں۔ شام بہت اُداس ہو رہی تھی اور وہ سب اس اُداس شام کا حصّہ لگ رہی تھیں۔

''روؤں مت میرے دوستو۔'' وہ انھیں بہلانے کی کوشش کررہی تھی۔

''اب تو انٹرنیٹ کا زمانہ ہے تم جب چاہے تب مجھ سے بات کرسکتی ہو۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''پارس آپی آپ کے جانے کے بعد اب ہم یہاں کبھی بھی جھولا جھولنے نہیں آئیں گے، جب آپ ہی نہیں ہوں گی تو پھر ہم یہاں آ کر کیا کریں گے۔'' رِدا بھرّائے ہوئے لہجے میں بولی۔ کونین اپنے روم کی کھڑکی کے پاس کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا، اور ان سب کی آوازیں بھی سن رہا تھا۔

''ارے نہیں یار ایسا مت کرنا اگر تم لوگ یہاں نہیں آؤ گی تو یہ گھر تو بالکل سونا ہوجائے گا اُداس اور ویران تمہاری ہنسی کی چہکاریں تو اب یہاں گونجا کریں گی۔'' اس نے فلک کے گال کو پیار سے چھوتے ہوئے کہا۔

''لیکن کونین بھائی کو یہ سب.... پسند ہے۔'' وہ جانے کب وہاں آ کے کھڑا ہوا تھا اور مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ہاں لٹل فرینڈس مجھے اب یہ سب پسند ہے، تمہاری دوست یہاں نہیں ہوگی تو کیا ہوا، آج سے میں تمہارا دوست بن جاتا ہوں وعدہ رہا۔'' وہ مسکراتے ہوئے بچوں کے پاس بیٹھا بالکل بچہ لگ رہا تھا۔

اس کے اس دوستانہ انداز پہ وہ سب کی سب خوش ہوگئی تھیں۔

''پرامس کونین بھائی۔'' اُجالا لپک کر آگے بڑھی تھی۔ ''پکّا پرامس یار'' کہتے ہوئے کونین نے اپنی چوڑی ہتھیلی اُس کے سامنے پھیلادی جس پر اُجالا نے اپنا ننھا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ پارس اس بدلے ہوئے شخص کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

''اچھا پارس آپی اب ہم چلتے ہیں پھر آپ کو الوداع کہنے کل صبح آئیں گے۔'' کہتے ہوئے اس کی لٹل فرینڈس وہاں سے چلی گئی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد کونین اس کی طرف متوجہ ہوا تھا:

''آؤ پارس جھولے میں بیٹھو میں تمھیں جھلادوں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔

''نہیں کونین بھائی میں نہیں اب کرن بھابھی اس جھولے میں بیٹھ کر جھولا کریں گی اور آپ انھیں جھلادیا کریں گے۔''

کونین اس کی بات پر تلخ سی ہنسی ہنس دیا۔

''تم اتنی بدل کیوں گئی ہو پارس۔''

''آپ ہی تو چاہتے تھے نہ کہ میں خود کو بدل ڈالوں چھوڑ کر سنجیدہ ہوجاؤں تو پھر اب کیوں پوچھ رہے ہیں۔'' وہ آنسو بھری آنکھوں سے شکوہ کر رہی تھی۔

''ہاں کہا تھا میں نے، لیکن میں اب جان گیا ہوں کہ اُداسی تمہارے چہرے پر سوٹ نہیں کرتی تم تو ہنستی مسکراتی ہی اچھی لگتی ہو چہکتی بلبل۔'' وہ شوخ ہوا تھا۔

''تمھیں تو محفل پسند تھی، تم تو شور شرابے کی عادی تھی تو پھر کیوں تنہائیوں سے دوستی کرلی، کیوں انھیں اپنا مقدر بنا ڈالا'' وہ خفا خفا سا کہہ رہا تھا۔

''کونین بھائی جو محفلوں کے عادی ہوتے ہیں جنھیں محفلیں پسند ہوتی

ہیں نہ تو خدا ان کے مقدر میں تنہائیاں اور اُداسیاں ہی لکھ دیتا ہے۔'' چہکتی بلبل غم واُداسی کی تصویر بنی اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ پھر گویا ہوا تھا:

''پارس تم رُک جاؤ۔'' وہ اٹک اٹک کر کہہ رہا تھا۔

''چاچا، چاچی کو جانے دو۔''

''نہیں کونین بھائی ایسا نہیں ہوسکتا میں اپنے امّی ابوّ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

''اور میرے بغیر۔'' وہ بے اختیار بولا تھا۔

''آپ کے بغیر...آپ کے بغیر شاید....'' آگے کا جملہ اس سے بولا ہی نہیں گیا کیوں کہ آنسوؤں کا گولا اس کے گلے میں پھنس گیا تھا۔ وہ خود کو رونے سے روک نہیں پائی تھی۔ کونین نے اس کے آنسو پونچھنا چاہا تو وہ بے اختیار اس کے کندھے پر سر ٹکائے بے تحاشا رو دی۔ اس کے دل پہ لگے زخموں کے ٹانکے ٹوٹ رہے تھے۔

''کونین بھائی آپ کو حسرت تھی نہ مجھے روتا ہوا دیکھنے کی تو دیکھیں آج میں رو رہی ہوں اور آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے سوا میرے آنسو پونچھنے والا کوئی نہ ہوگا۔ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے نہ کہ آپ کی خواہشیں پوری ہوگئی۔''

وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولی تو وہ اونچا پورا شخص بے اختیار رو دیا۔ ''نہیں پارس وہ تو میں نے یونہی کہا تھا۔ مجھے کیا پتہ تھا میری مذاق میں کہی گئی بات پر فرشتے آمین کہہ دیں گے۔ خدا گواہ ہے پارس میں تمھیں اس حال میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ مجھے معاف کردو پارس مجھے معاف کردو میں تمہارے آنسوؤں کا سبب بنا اپنے سارے آنسو سارے غم مجھے دے دو۔ پارس کیا تم مجھے یاد رکھوگی۔'' اس کا لہجہ درد میں ڈوبا ہوا تھا۔

''کونین میں آپ کی یاد سے کبھی بھی دامن نہیں بچا سکتی۔ کیونکہ کچھ یادیں ہمارے جسم کا حصّہ ہوتی ہیں جنھیں انسان کبھی نہیں بھول پاتا اور میں بھی آپ کو کبھی نہیں بھولوں گی۔ آپ مجھے زندگی کی آخری سانسوں تک یاد رہیں گے ویسے بھی زندگی کا نظام ہی جدائی پر قائم ہے اور عشق کا مطلب ہی شاید جدائی ہوتا ہے۔'' شام گہری ہونے لگی تو وہ بوجھل دل کے ساتھ اُٹھ کر پیکنگ کرنے چل دی۔

وہ تیرے نصیب کی بارشیں کسی اور چھت پہ برس گئیں
دل بے خبر میری بات سن، اسے بھول جا اسے بھول جا
تجھے چاند بن کے ملا تھا جو تیرے ساحلوں پہ کھلا تھا جو
وہ تھا ایک دریا وصال کا سو اُتر گیا اسے بھول جا

ایئر پورٹ پر بے پناہ رش تھا۔ کچھ مسافر آرہے تھے تو کچھ جا رہے تھے، کوئی کسی کو خوش آمدید کہہ رہا تھا تو کوئی الوداع۔ خوش آمدید کہنے والوں کے لبوں پر مسکراہٹ تھی تو الوداع کہنے والوں کی آنکھوں سے اشک رواں تھے جن میں وہ دونوں بھی شامل تھے۔ فلائٹ کی اناؤنس بار بار ہو رہی تھی۔ کیونین کاشان ملک انھیں ایئر پورٹ تک سی آف کرنے آیا تھا۔ کیف ملک اور مسز ملک ان سے چند قدم آگے چل رہے تھے۔ اور وہ دونوں ساتھ ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل رہے تھے۔ وہ اس کا ہاتھ تھامے چل رہی تھی۔ وہ دونوں بلیک ڈریس میں ملبوس تھے۔ اُداسی دونوں کے چہرے سے ٹپک رہی تھی۔ جدا ہونے کا دکھ ہی دونوں کو مار ڈال رہا تھا۔

اناؤنس ایک بار پھر ہوئی تھی۔ پارس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ جدائی کی گھڑی آ پہنچی تھی۔

''جا رہی ہو پارس'' وہ نم آنکھوں سے اس سے پوچھ رہا تھا۔ ''ہاں'' وہ بھیگی آنکھوں سے مسکرا دی۔

''کیا لے جا رہی ہو اور کیا چھوڑے جا رہی ہو۔''

''یادوں کا سرمایہ اور آنسوؤں کا خزانہ لے کر جا رہی ہوں۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔

''اور اپنا دل، اپنی جان، اپنی روح کو میں نے یہیں چھوڑ دیا ہے آپ کے پاس۔ اچھا کونین چلتی ہوں اللہ حافظ دعاؤں میں یاد رکھنا۔'' اور پھر وہ اس سے وداع ہوگئی تھی۔

اور کونین کا دل چاہا تھا کہ اے کاش وہ جاتے ہوئے لمحوں کو روک سکتا کاش کہ وہ وقت کو اپنی مٹھی میں بند کرسکتا، لیکن اس بات کا احساس اسے وقت گزر جانے کے بعد ہوا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے جہاز نے اونچی اُڑان بھر لی تھی۔ اس کی محبت اس سے جدا ہوگئی تھی۔ وہ ساکت سا کھڑا دور آسمان کی وسعتوں میں گم ہوتے ہوئے جہاز کو دیکھ رہا تھا پھر جہاز اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا اور زمین پر کونین کاشان ملک اپنے دل کا درد لیے تنہا کھڑا رہ گیا۔

چاند ڈوبا تو یوں لگ رہا تھا جیسے آسمان بے نور ہوگیا ہو۔ وہ یادوں کی سیڑھی چڑھتے چڑھتے دور نکل آیا تھا۔ اتنا وقت گزر جانے کے بعد بھی وہ پارس کیف ملک کو نہیں بھولا تھا۔ وہ دلکش شامیں اسے اب بھی یاد آتی تھیں جب پارس جھولے میں بیٹھی اپنی لٹل فرینڈس کے ساتھ خوب شور مچاتی تھی اور وہ خوب چڑتا تھا۔ اس کی لٹل فرینڈس اب بھی یہاں آتی تھیں اور ویسے ہی ہنگامہ مچاتیں، کونین انھیں جھلا دیا کرتا تھا اس کی لٹل ونڈس اب اس سے ڈرتی نہیں تھیں کیونکہ وہ ان کا دوست بن چکا تھا اور جب کبھی کونین کاشان ملک کا دل روتا تو وہ اپنے دل سے کہتا کہ اے میرے نادان دل سنبھل جا پاگل مت بن وہ اب یہاں نہیں ہے بلکہ اس گھر کے چپے چپے میں اس کی یادیں بسی ہوئی ہیں، کونین کاشان ملک کو لگتا جیسے جھولے میں پارس بیٹھی زور زور سے ہنس رہی ہو اور وہ چونک کر بے اختیار رو دیتا۔

◆◆◆